دعوت فکر واجتہاد:-

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ،،،

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جس نے قیامت تک معاشرہ میں اپنی عملی صورت میں زندہ رہنا ہے حالات وزمانہ کا تغیر اس کے محکم اصولوں کو نہیں بدلاسکتا۔ اسلام ہر دور کی ہر قدیم وجدید ضرورت کو پورا کرتا ہے اور دین و دنیا کے ہر مسئلہ میں اپنے پیروکاروں کی رہنمائی کر کے انکی زندگی کو احکام الٰہیہ سے مزین کرتا ہے۔

آج جبکہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ پر اطراف وجوانب سے حملوں کی بھرمار اور اندرونی فتنوں کی یلغار ہے سب سے بڑا فتنہ اور خطرہ خود امت ہونے کے دعوے داروں کی جدت پسندی کا ہے آج سوائے ان خوش نصیبوں کے جنکی تربیت دینی ماحول میں اکابر کی سرپرستی میں ہوتی ہے ہر شخص آزادئ فکر اور آزادانہ رائے کا دعویدار ہے ان دعوؤں میں سے اخبارات ورسائل میں اٹھنے والی نت نئی آوازوں میں اجتہاد کے دعوی اور دعوت خاص اہمیت کی حامل ہے اب نفاذ شریعت کے اعلانات کے بعد جدید تعلیم یافتہ حضرات میں جو دینی تعلیم سے نابلد ہوتے ہیں مجتہد بننے کے شوق میں بلند وبانگ دعوؤں کی بھرمار نظر آتی ہے اس اہمیت کے پیش نظر ''مسئلہ اجتہاد اور عصر حاضر'' کے عنوان سے کچھ عرض خدمت ہے۔ علماء اور محققین کے سامنے کچھ عرض کرنا یقیناً بے ادبی ہے۔ مجھ طالب علم کا آپکے سامنے کھڑا ہونا ہی زیب نہیں دیتا مگر اپنی اصلاح کی نسبت سے چند باتیں عرضِ خدمت ہیں۔

بدریا تحفہ صدف می آید　　　　گر قبول افتذ زہے عزّ وشرف

اجتہاد کا لغوی معنی:-

''اجتہاد'' افتعال کے وزن پر ثلاثی مزید فیہ سے مصدر ہے جسکا مادہ 'جہد' ہے علامہ جرجانیؒ نے اجتہاد کا لغوی معنی بذل الجہد کیا ہے لغوی معنی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے صاحب کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم حضرت علامہ قاضی محمد علی تھانویؒ نے فرمایا **استفراغ الوسع فی تحصیل امر من الامور مستلزم للکلفۃ والمشقۃ** اسکے مستدل کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا **ولھذا یقال إجتھد فی حمل الحجر ولا یقال إجتھد فی حمل الخردلۃ** (کشاف جلد 1 ص 101)

اصطلاحی تعریف:-

علامہ قاضی محمد علی تھانویؒ اجتہاد کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں **وفی إصطلاح الاصولیین إستفراغ الفقیہ الوسع لتحصیل ظن بحکم شرعی** (کشاف جلد نمبر 1 ص 101)

فقہ اسلامی میں اجتہاد کو مستقل ماٗخذ کی حیثیت حاصل ہے اور فقہ اسلامی کے کئی اصول اور بے شمار جزئیات اجتہاد ہی کا ثمرہ ہیں۔ اجتہاد ہی وہ راستہ ہے جو اسلام کی عالمگیریت کو منواتا ہے اور قرآن وسنت کو ہر دور کی ہر ضرورت کا حل اور ہر سوال کا جواب سمجھانے میں منجانب اللہ معاون اور مدد ہے۔

کیا حضور ﷺ سے کسی مسئلے میں اجتہاد ثابت ہے؟

زمانہ رسالت ﷺ سے اجتہاد واستنباط کا سلسلہ جاری ہے اس میں علماء اصولین نے اختلاف کیا ہے کہ حضور انور ﷺ نے کسی مسئلہ میں اجتہاد فرمایا ہے یا نہیں۔ عام اہل سنت کی یہی رائے ہے کہ نبی ﷺ کے قول وفکر کا تعلق براہ راست وحی الٰہی سے ہوتا ہے ان کے کسی کام کی بنیاد ذاتی اجتہاد نہیں ہوتا بعض حضرات پیوند تمر کے مسئلہ میں آپ ﷺ کے ارشاد عالی **أنتم أعلم بأمور دنیاکم** سے آپ ﷺ کی سابقہ رائے کو اجتہاد سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ یہ دنیاوی مسئلہ تھا اور اجتہاد دینی امور میں کیا جاتا ہے چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں ’’یہ فرق سمجھ لینا چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام پر تو بذریعہ وحی اول علل وکلیات منکشف ہوتے ہیں اور میراث سے متعلقہ احکام کا انکشاف ہوتا ہے یعنی ان کے مصفا ذہنوں میں مقاصد وکلیات پہلے آتے ہیں اور ذرائع بعد میں کیونکہ ان کا تعلق ابتداءً یا جاذبہ حق کے ماتحت حق تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے پھر افعال واحکام کی طرف آتے ہیں لیکن مجتہدین اور امت کے محدثین کے روشن ضمیروں میں اول بذریعہ درس وتدریس اور روایت کے احکام جزئیہ جمع ہوتے ہیں اور پھر علم وعمل کی مزاولت تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کی برکت اور ہمہ وقت کے ذکر وفکر واستمرار تفکر وتدبر سے علل وکلیات کا انکشاف ہوتا ہے جس سے ان کیلئے استنباط وقیاس اور اجتہاد کا دروازہ کھلتا ہے (اجتہاد اور تقلید صفحہ 25)

صحابہ کرامؓ میں مجتہدین کی مثالیں:-

صحابہ کرامؓ میں اجتہاد کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مراتب صحابہؓ کے مدونین نے تو باقاعدہ مجتہد اور غیر مجتہد صحابہؓ میں فرق کیا ہے ایک روایت میں آتا ہے **عن انسؓ أن رجلاً کان یتهم بأم ولد علم رسول الله ﷺ فقال لعلیؓ إذهب فاضرب عنقه فأتاه فاذاسد فی رقیه یتبدد فقال اخرج فناوله یده فاخرجه فاذا ممد مجبوب لیس له ذکر فکف عنه و اخبر به النبی ﷺ فحسّن فعله** (زاد فی روایة) **وقال الشاهد مالا یری الغائب (مسلم)**

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو جو یقیناً حکم شرعی ہی تھا معلول بالعلت سمجھا جب صورت واقعہ میں علت موجود نہ پائی تو اپنے اجتہاد سے حکم شرعی کو جاری نہ فرمایا جسکی تائید دربار رسالت ﷺ سے ہوگئی خود حضرت معاذؓ سے جب آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ اگر کوئی حکم قرآن وسنت میں نہ ملا تو کیا کرو گے جواب میں فرمایا **اجتهد برأیی** تو آپ ﷺ نے اسکی تائید فرمائی۔

حافظ ابن قیم کا قرآن پاک سے اجتہاد کے استنباط میں انوکھا انداز:-

حافظ ابن قیمؒ اجتہاد کی دلیل ایک انوکھے انداز سے استنباط کرتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ونزلنا من السماء ماءً مبارکا فأنبتنا به جنٰت وحب الحصید والنخل بسقت لها طلع نضید رزقا للعباد واحیینا به بلدة میتا کذلك الخروج (سورة ق ۹،۱۰،۱۱)

قرآن پاک کی آیت میں آخرت کی حیات کو اناج اور دانے سے اُگلنے کی مثال سے جسطرح سمجھایا گیا ہے وہ قیاس ہی کا حصہ ہے کہ مماثل کو مماثل پر قیاس کیا جائے اور بعینہ یہی چیز اجتہاد میں موجود ہے۔نصوص میں ہر طرح کے معانی پنہاں ہیں مجتہد انہی پنہاں معانی جسے علت بھی کہتے ہیں کے ذریعہ مسائل پیش آمدہ کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کر دیتا ہے ۔ **عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انزل القرآن علی سبعة أحرف لکل آية منها ظهر وبطن ولکل حد مطلع** (رواہ فی شرح السنۃ مشکوۃ)

مذکورہ حدیث مبارک میں آیات قرآنی کے معانی کو سمجھنے کیلئے ایک مطلع (جمرو کے یا جھانکنے کی جگہ) کی وضاحت کی گئی ہے۔جس سے اَن دیکھی معلومات حاصل ہوسکتی ہیں یہ مطلع نصوص شرعیہ کا علم کامل ہے جس سے مجتہد پیش آئندہ مسائل جن کا حل بالتصریح قرآن وسنت میں نہیں،نکال لیتا ہے اسی وجہ سے مجتہد کے مرتبہ ومقام کو بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **کانوا افضل هذه الأمة ابرها قلوبا واعمقها علما وأقلها تکلفا** (مشکوۃ)

ومن يؤت الحكمة فقد أوتی خيرًا كثيرًا من يرد الله به خيرًا يفقهه فی الدين

مجتہد اور غیر مجتہد کے درمیان فرق کی ایک عجیب مثال:-

ایک طویل حدیث میں مجتہد اور غیر مجتہد کے فرق کو عجیب مثال سے بیان فرمایا **عن أبی موسیٰؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مثلی ومثل ما بعثنی اللہ به من الهدی والعلم کمثل الغيث الكثير أصاب أرضا فكانت منها طائفة طيبة قبلت الماء وأنبت الكلاء والعشب الكثير وكانت منها أجاذب أمسكت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا وسقوا وزرعوا وأصاب منها طائفة أخرى إنما هی قيعان لاتمسک ماء ولاتنبت كلاء فذلک مثل من فقه فی دين الله ونفعه بما بعثنی الله به فعلم وعلّم ومثل من لم يرفع بذلک ولم يقبل هدی الله الذی ارسلت به** (رواہ البخاری ومسلم)

اس روایت میں وحی الٰہی اور فیضان نبوت سے مستفید ہونے والوں کی دو قسمیں بیان فرمائیں۔ **(1) منبت (2) غیر منبت**

ایک وہ جنہوں نے علوم الٰہی کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور پھر اسکے معانی اور اسرار میں غور وفکر کر کے پیش آئندہ مسائل کا حل تلاش کیا اور دوسرے وہ جنہوں نے صرف علوم الٰہی کے خزینوں کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا پہلے طبقہ کو جماعت فقہاء ومجتہدین اور دوسرے طبقہ کو جماعت محدثین کہا جاتا ہے۔محدثین کا کام روایات کا جمع کرنا ہے جبکہ مجتہدین کا کام اس سے آگے استنباط واجتہاد ہے جسکا درجہ جمع روایت سے زیادہ ہے۔مولانا قاری محمد طیبؒ لکھتے ہیں" گویا ایک فقیہ کے ذریعہ کلام وحی کی وہ اعجاز نمایاں اور فراہم ہوتی ہیں جس سے حضور ﷺ کی نبوت اور مقام ختم نبوت کی حقیقت اور رفعت شان مکمل کرامت کے ساتھ سامنے آ جاتی ہے۔پس علم اُولیٰ حفظ وروایت ہے اور علم حقیقی فقہ ودرایت ہے۔اور اسلئے طبقات علماء کے سلسلہ میں حافظ حدیث یا اہل حدیث یا محدث مبتدی ہے جو وحی کا مواد جمع کر کے ذخیرہ فراہم کرتا ہے اور مجتہد فقیہ وہ ہے جو اس ذخیرہ کی تہہ کی چیزیں نکال کر جسے فقہ کہتے ہیں ہمہ گیر جزئیات سے امت کی تربیت کرتا ہے اور اس مواد سے مختلف صورتوں کے دینی سامان بنا کر دین کو سجاتا اور اُمت کے حق میں اسے قابل استعمال بناتا ہے (اجتہاد اور تقلید صفحہ نمبر **37**)

اجتہاد کی ضرورت واہمیت :-

اجتہاد کی ضرورت ہر دور میں محسوس کی گئی ہے اسلئے کہ حالات وزمانہ کے تغیر وتبدل سے ایسے نت نئے مسائل کھڑے ہوتے ہیں جن کا بالتصریح حل قرآن وسنت میں نہیں ملتا جبکہ اسلام مسلمانوں کو دین ودنیا کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے مطیع ہونے کا حکم دیتا ہے اب ایک ایسی صورت میں جس کے جائز یا ناجائز ہونے کی وضاحت خیر القرون میں اسلئے نہیں مل رہی کہ وہ اس دور میں نہیں پیش آتی تو اس پر کس حکم کا اطلاق کریں گے۔ جیسا کہ قدیم دور میں قطبین پر صوم وصلوٰۃ کا مسئلہ اور جدید دور میں جہاز کا سفر، انجکشن کی مختلف صورتیں میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں نت نئی ادویات، کاروبار کے جدید طریقے وغیرہ، سائنسی ایجادات نت نئے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ اب اجتہاد ہی ایک ایسا دروازہ یا متن حدیث کے مطابق مطلع ہے جو ان مسائل کا شرعی حل بتا کر مسلمانوں کو زمانہ کے دوش بدوش چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بناتا ہے۔ اور زمانہ کے اس چیلنج کا جواب دیتا ہے کہ اسلام قدیم دور کے چند دیہاتی اصولوں کا مجموعہ نہیں جس کا دور جدید کی سائنٹیفک زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ یہ ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کی ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے اسلئے موجودہ دور میں بھی اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں مگر یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اجتہاد کن ادوار میں ہوسکتا ہے اور کن ادوار میں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہے؟ اجتہاد فقط ان امور میں ہوگا جو اپنے وجود کے اعتبار سے بالکل نئے ہوں جیسا کہ گذشتہ صدی میں حالت صوم میں انجکشن کا مسئلہ اسے سانپ کے ڈسنے پر قیاس کیا گیا (احکام جدیدہ)

اجتہاد کی اقسام :- اسی طرح کسی بھی صورت میں ایسے مسئلہ پر اجتہاد کی گنجائش نہیں جس کا حل بالتصریح قرآن وسنت یا خیر القرون میں موجود ہے یا پہلے کسی دور میں اس پر علمائے وقت کا اجتہاد ہو چکا ہے۔

اسی طرح ایک اجتہاد اصول دین میں ہوتا ہے جیسا کہ ائمہ اربعہ کا اجتہاد۔ اس کا دور اب ختم ہو چکا ہے اور اس کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو چکا ہے۔ اور ایک اجتہاد فروع دین میں ہے اس کیلئے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے مگر اس میں بھی اجتہاد مجتہد کریگا عام آدمی کو اسکی ہرگز اجازت نہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے تو اس سے مراد اُصول دین اور طے شدہ فروع دین میں اور اگر کوئی کہے کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے تو اس سے مراد وہ فروع (مسائل) ہیں جو اپنے وجود کے اعتبار سے نئے ہیں۔ اور اب تک اس میں اجتہاد نہیں ہوا ہے۔ اب اجتہاد کا انکار کرنے والوں اور دعوت دینے والوں میں کوئی حقیقی اختلاف نہ رہا بلکہ یہ ایک نزاع لفظی ہے جس کی بنیاد پر جدید طبقہ کی طرف سے جو علوم دینیہ سے تو عاری ہے اور دنیاوی علوم سے کماحقہ واقف نہیں علماء پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے انہیں قدامت پسند، دقیانوسی، علوم وفنون سے روکنے والے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ۔ نہ جانے کیا کیا طعنے دئے جاتے ہیں۔

اجتہاد وتقلید دونوں لازم وملزوم ہیں :-

جن مسائل میں اجتہاد ہو چکا ان میں تقلید اور جن نئے پیدا ہونے والے مسائل میں اجتہاد نہیں ہوا اسمیں اجتہاد ہوگا۔گویا تقلید اور اجتہاد ساتھ ساتھ چلنے والے دو ایسے عمل ہیں جن کے بغیر چارہ کار نہیں۔حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں '' شریعت نے امت میں بیک وقت اجتہاد وتقلید دونوں کی ضرورت محسوس کی جس سے واضح ہے کہ شریعت نہ تو اجتہاد بلا تقلید چاہتی ہے اور نہ تقلید بلا اجتہاد اور یہ اس کی جامعیت اور عدل واعتدال کا تقاضہ بھی ہے ورنہ اجتہاد بلا تقلید افراط تھا اور تقلید بلا اجتہاد تفریط تھی عقل کا مقتضا یہی تھا کہ دونوں اپنے اپنے دور میں ہوں پھر ساتھ ہی اس اجتہاد وتقلید کا شریعت ایک نظم میں چاہتی ہے کہ مقلدین کی اکثریت مجتہدین کی مطیع رہ کر اپنے دین کی حفاظت کرے (اجتہاد وتقلید صفحہ 57)

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اجتہاد کون کریگا؟ مجتہد کون ہے؟ اجتہاد امور دین میں ہوتا ہے اور اس کے دو (2) رکن ہیں مقیس اور مقیس علیہ۔مقس علیہ مأ خذ اور بنیاد جو قرآن وسنت ہے اسلئے مجتہد وہی ہوسکتا ہے اور اجتہاد کی اجازت اسے مل سکتی ہے جو مأ خذ کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔

مجتہد مطلق اور مجتہد خاص کی تعریف :- علامہ قاضی محمد علی تھانویؒ نے علماء اصولین کے نزدیک مجتہد کی مندرجہ ذیل تعریف لکھی ہے **هو الذی له ملكة الاقتدار علی استنباط الفروع من الاصول التی مهمة مما أمامه** (کشاف جلد نمبر 1/10)

یہ تعریف مجتہد مطلق کی ہے جو اصول دین کیلئے اجتہاد کرے اور مجتہد خاص جو صرف کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے اس کی تعریف میں فرماتے ہیں **وأما المجتهد فی مسألة فيكفيه علم ما يتعلق بها ولا يضره الجهل بمالا يتعلق بها** (کشاف جلد نمبر 1/103)

مجتہد کے اوصاف :- ائمہ دین اور علماء امت نے مجتہد کیلئے جو اوصاف بیان کئے انکا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(1) کتاب اللہ :- مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ کتاب اللہ کا علم کامل رکھتا ہو قرآن پاک کے اسلوب، بیان، اصول تفسیر، تفسیر، مآخذ تفسیر، لغت وامثال ومحاورات، ناسخ ومنسوخ قصص وامثال نکات ظاہرہ ومستترہ، اصول وفروع سے پوری طرح واقف ہو۔

(2) سنت رسول ﷺ :- مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ سنت رسول ﷺ کے جمیع علوم پر دسترس رکھتا ہو اصول وفروع روایت ودرایت، علل، احکام، جرح، تعدیل، متون، شروح اور حدیث کے متعلقہ علوم پر اسے مکمل عبور ہو امام احمدؒ نے حجت کیلئے پانچ لاکھ احادیث کا علم ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

(3) فقہ :- مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ وہ فقہ اسلامی کے کلیات وجزئیات اصول، فروع، علل واحکام، اجتہاد واستنباط اور ادلہ سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔فقہاء کے جمیع طرق ان کے مراتب اور ان کے طریقہ اجتہاد سے واقف ہو۔اجماع، قیاس سے شناسائی ہو اور فقہ کے مختلف ادوار اور جمع وتدوین کی تاریخ کا اُسے علم ہو۔

(4) علم لغت :- مجتہد کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ علم لغت واشتقاق، صرف ونحو کو گہرائی سے جانتا ہو، لغت کے اصول وفروع

مختلف لغات اور ان کا استعمال اس کی دسترس میں ہو۔ تاریخ لغت اور عرب کے علمی ادبی ذخیرہ چاہے زمانہ جاہلیت سے ہو یا اسکے بعد سے اس کے رموز و اسرار استنباط و استعمال سے کماحقہ واقف ہو اسی طرح اہل لغت کے مختلف نظریات طبقات اور ان میں تطبیق و ترجیح سے واقفیت رکھتا ہو۔

(5) معاشرتی زندگی سے واقفیت:- مجتہد کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عام معاشرتی زندگی، لوگوں کے رہن سہن، کاروبار، معاملات وغیرہ دنیاوی امور سے واقف ہو معاشرتی ضروریات نت نئے مسائل ان سے برتنے کا طریقہ کار ان کا حل، عوام کی فکر و عمل سے مجتہد کا واقف ہونا ضروری ہے۔

(6) اصابت رائے:- اسی طرح مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ وہ خود اجتہاد سے بہرہ ور ہو، طہارت وتقویٰ اور غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں کا مالک ہو اسکی نگاہ کو اتنی باریک بینی حاصل ہو کہ نصوص کے علل، ان سے استنباط اور اپنی ضرورت پر اسے تطبیق دے سکے۔

اجتہاد ہر کسی کا کام نہیں:- مجتہد کیلئے شرائط کا باب وسیع ہے یہاں اسکا خلاصہ عرض کر دیا گیا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کا کام نہیں اور نہ ہی یہ کرسی، سیاست، اور طاقت کا شعبہ ہے بلکہ یہ نقل صحیح، فکر سلیم، علم کامل اور صاحب تقوی وطہارت کا کام ہے اور اسے مسائل جدیدہ کا حل ادلہ شرعیہ کی روشنی میں نکالنے کا اختیار ہے مگر باوجود صاحب علم و فضل کے وہ اصول دین اور طے شدہ مسائل میں رائے زنی نہیں کر سکتا۔

موجودہ دور میں اجتہاد کا طریقہ کار:- اس دور میں اجتہاد کا طریقہ کیا ہے، جس سے مسائل منقح ہو سکیں اور عوام الناس ہر مسئلہ کا شرعی حل با آسانی پا سکیں۔ سائنس نے اطلاعات و مواصلات کے جدید نظام سے دنیا کو ایک چھوٹی سی بستی بنا دیا ہے صدیوں پہلے سلف کو علوم وفنون مختلف علماء کی علمی تحقیقات اور نت نئے پیدا شدہ مسائل سے باخبری مل جل کر ایک دوسرے سے استفادہ اور مشاورت کی موجودہ سہولتیں میسر نہ تھیں۔ اب ٹیلیفون، فیکس، انٹرنیٹ کے ذریعہ انسان ایک آن میں دنیا کے دوسرے کونے کی خبر لے لیتا ہے۔ اگر مشاورت کی ضرورت ہو تو سفر کی سہولتیں موجود ہیں اور جدید مسائل کیلئے ماہرین علماء الحمد للہ جن کی کمی نہیں ایک نظم کے ذریعہ مل بیٹھتے رہیں اور باہم مشورہ سے مسائل طے ہوتے رہیں تو اس سے نہ صرف مسائل اپنے صحیح حل کے ساتھ سامنے آئیں گے۔ بلکہ اختلاف کا دائرہ بھی کم سے کم ہوتا رہے گا۔ جسکی وجہ سے عوام اطمینان کے ساتھ صحیح مسئلہ کو معلوم کر کے عمل کر سکیں۔ سراج الائمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مجلس مشاورت کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ الحمد للہ اب عرب میں اس سلسلہ میں وسیع پیمانے پر کام ہو رہا ہے۔ کراچی میں ایک صورت موجود ہے مگر پاکستان میں اسے ملکی اجتماعیت حاصل نہیں۔

حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب دامت برکاتہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ مستحسن قدم اٹھایا اور جدید مسائل کیلئے علماء کرام کو ایک جگہ اپنی رائے پیش کرنے کا موقع دیا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر نصیب فرماوے اور ہمیں اپنی رضامندگی کے ساتھ علم و عمل کی دولت سے نوازے۔ آمین هذا ما ظهر لي والله أعلم بالصواب